رباب بنت امرأ القیس رحمہما اللہ

ابو عدنان ابراہیم

وہ بزم نیکاں مسجد نبوی کے نورانی صحن پر جمی تھی۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق، حضرت علی اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنھم اس بزم میں جلوہ فرما تھے ہی، صحابہ کرام کی ایک برگزیدہ جماعت کے علاوہ کچھ چنیدہ اسلامی شخصیات بھی اس بزم کی رونق افزائی کر رہی تھیں۔

بات چل رہی تھی ملک شام میں اسلامی فوج کی پیش قدمی اور فتوحات کی۔ دریں اثناء ایک اجنبی شخص جس کے چہرے سے نجابت وشرافت ٹپک رہی تھی، مسجد نبوی کے اندر داخل ہوا اور حاضرین کے بیچ سے راستہ بناتا ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت آپ کا تعارف......؟ ''میں ایک عیسائی شخص ہوں، لوگ مجھے امرأ القیس بن عدی کلبی کے نام سے جانتے ہیں۔'' اجنبی نے جواب دیا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اسے پہچان گئے اور اپنے ہم نشینوں سے اس کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ قبیلہ بنوکلب کے سردار نامدار ہیں۔ پھر آپ امرأ القیس سے مخاطب ہوئے اور ان سے تشریف آوری کا مقصد دریافت کیا۔ امرأ القیس نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ حضرت فاروق نے انھیں مرحبا کہا اور کلمہ شہادت پڑھا کر انھیں گلشن اسلام میں داخل کر لیا۔ رب تعالیٰ نے امرأ القیس کو اسلام کی دولت سے مالا مال تو کیا ہی، ساتھ ہی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بخشا کہ ان کے ہاتھوں امرأ القیس کلبی نے اسلام قبول کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ تو سرخ اونٹوں سے بلکہ کل کائنات سے زیادہ محبوب متاع تھی۔

فراست فاروقی نے امرأ القیس کی قائدانہ صلاحیت ولیاقت کو پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا۔ پھر دیر کس بات کی تھی......؟ حضرت فاروق نے انھیں اپنے دست خاص سے ایک نیزہ عنایت فرماتے ہوئے اپنے کچھ بھروسہ مند ساتھیوں اور ملک شام کے قبیلہ قضاعہ کے نو واردان اسلام پر انھیں امیر بنا کر ملک شام کی طرف روانہ کر دیا۔ چشم فلک نے دیکھا کہ امرأ القیس قبول اسلام کے بعد اس شان سے واپس جا رہے ہیں کہ ان کے سر مبارک کے اوپر

اسلام کا پھریرا شان سے لہرا رہا ہے اور اسلامی قوت و شوکت کے آثار ان کے چہرے سے ہویدا ہیں۔

عوف بن خارجہ مری' جو اس بزم میں موجود تھے' کہہ اٹھے: "رہے نام اللہ کا! میں نے اپنی زندگی میں امرأ القیس سے پہلے کسی کو نہ دیکھا کہ جس نے قبول اسلام کے بعد دوگانہ بھی ادا نہ کیا ہو اور اسے مسلمانوں کی کسی جماعت کا امیر بنا دیا گیا ہو۔"

عوف بن خارجہ مری کا استعجاب بجا تھا' کیونکہ وہ آدمی محض حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا منتخب کیا ہوا امیر تھا۔ اسے تو قبول اسلام میں سبقت کا تمغہ بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ ہاں! اس میں ایک راز ضرور پنہاں تھا اور وہ راز تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عبقریت کا۔ ان کی عقابی نگاہ کا جو گوہر مراد کو پہچاننے میں کبھی خطا نہیں کرتی تھی اور ان کی اچوک فراست مؤمنانہ کا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جو اس منظر حیرت فزا کو اپنی چشم سر سے دیکھ رہے تھے' ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ ان سے بھی رہا نہ گیا۔ حضرت حسن و حسین کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بگ ٹٹ گھوڑا دوڑا کر امرأ القیس کو جا لیا' انھیں روکا۔ علیک سلیک کے بعد ان کا دامن تھام کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا چچا جان! میں علی بن ابوطالب ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی اور داماد اور یہ دونوں حضرت حسن و حسین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا فاطمۃ الزہراء کے بطن مبارک سے پیدا ہونے والے میرے بیٹے ہیں۔

یہ سن کر امرأ القیس تھوڑی دیر کے لیے ششدر رہ گئے۔ مگر جلد ہی انھوں نے سنبھال لیا اور ان کے چہرے پر مسرت و شادمانی کے پھول کھل اٹھے۔ وہ سیدنا علی اور حضرت حسن و حسین کی طرف متوجہ ہوئے' ان کا پُر جوش خیر مقدم کیا اور ان کی آمد پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔

حضرت علی نے کہا: ہم آپ کے پاس سسرالی رشتہ استوار کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ کرم ہوگا اگر آپ اپنی بیٹیوں سے ہمارے رشتے منظور فرمالیں۔

حضرت علی کی درخواست انھیں دریائے مسرت میں ڈبو گئی۔ وہ حسین تصورات کے سمندر میں کبھی ڈوب رہے تھے' کبھی ابھر رہے تھے۔ ان کے سامنے وہ شخصیات تھیں۔ ان کے خیالات کے سنہری اسکرین پر ان کی تین بیٹیاں محیاۃ' سلمیٰ اور رباب مجسم صورت بن کر ابھر آئیں۔ ان کی دانائی و برنائی نے یہ فیصلہ لینے میں ذرا بھی دیر نہ کی کہ کون کس کے لیے موزوں ہے اور نہ انھوں نے غور و فکر کرنے میں زیادہ وقت لگایا۔ کہہ پڑے' علی! میں نے آپ سے محیاۃ بنت امرأ القیس کا رشتہ ازدواج منظور کیا۔ پھر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین سے مخاطب ہوئے اور کہا' حسن سلمیٰ بنت امرأ القیس کا جیون ساتھی میں نے آپ کو چن لیا اور اے حسین! رباب بنت امرأ القیس کے شریک حیات کے طور پر

آپ کو منتخب کر لیا۔ یہ کہہ کر وہ اپنی منزل مقصود کی جانب روانہ ہو گئے۔ (نوادر المخطوطات: ۱/۶۴)

اس دن سے حضرت رباب بنت امرأ القیس کی شہرت و ناموری نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ معزز خواتین کی کہکشاں کا سب سے تابندہ درخشندہ ستارہ بن گئیں کہ اب وہ صرف امرأ القیس سردار بنوکلب کی بیٹی نہیں رہ گئی تھی، بلکہ وہ گلشن نبوت کے سب سے خوشبودار و سدابہار پھول کی ایک تازہ پنکھڑی بن چکی تھی۔ وہ اس معزز گھرانے سے جڑ گئی تھی، جسے چشم کائنات نے نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ اب قیامت تک دیکھ سکے گی۔

جو رباب بنت امرأ القیس کے حالات زندگی سے واقف ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ معزز تابعین خواتین میں سے ایک ہیں۔ جن کو اخلاق و وفا، اخلاق و مروت اور علم و معرفت میں دنیا کی عام خواتین کے مقابلے میں نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ آپ وہ خاتون یکتا تھیں، جن کے روئے مطہرات، ذہانت، فطانت کے آثار جھلکتے تھے۔ رب تعالیٰ نے انھیں شعر و ادب کے گہرے علم و بصیرت سے نوازا تھا ہی، انھیں حسن و جمال کا حصہ وافر بھی عطا فرمایا تھا۔ وہ کون سی خوبی تھی جس سے وہ بہرہ ور نہیں تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے شوہر نامدار حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک دل و جان سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی تھیں۔ رباب اور حسین کا رشتہ ازدواج نہایت بابرکت ثابت ہوا۔ ان کے آنگن میں عبداللہ بن حسین کی صورت میں وہ پھول کھلا، جس سے ان کا گلشن حیات مہک اٹھا۔ کچھ دنوں بعد ان کے گھر آمنہ جس کا لقب سکینہ تھا، بہار بن کر آئی اور عالم خواتین کی تاریخ میں اپنا نام امر کر گئی۔

عبداللہ اور سکینہ کی پیدائش رباب و حسین کی محبت کے شجر ثمر بار کا تنا بن گئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رباب پر دل و جان نثار کرتے تھے اور ان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ آپ کے بعض قرابت دار اس سلسلے میں دبے الفاظ میں آپ کی سرزنش بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کبھی اس عتاب و سرزنش پر کان نہ دھرا۔ وہ اپنی لاڈلی شریک حیات رباب اور ان کی بیٹی سکینہ پر نچھاور ہوتے رہے۔ دونوں کی محبتوں نے ان کی اقلیم دل پر کچھ اس طرح قبضہ جما لیا کہ وہ اس دیار سے بھی محبت کرنے لگے جس میں وہ قیام پذیر تھیں۔ انھوں نے کہا:

''قسم ہے مجھے اس گھر سے بھی محبت ہے جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔ بے شک میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور اپنا مال و دولت ان پر نثار کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے ملامت گروں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں، میں ملامت گروں کی سرزنش پر کان نہیں دھرتا، اگر وہ میری زندگی پر ملامت کرتے ہیں تو شوق سے کریں یا پھر مٹی مجھے چھپا ہی کیوں نہ لے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ گویا رات ایک دوسری رات سے متصل ہوتی ہے، جب سکینہ اور رباب میرے پاس ہوتی ہیں۔'' (نسب قریش: ۵۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رباب کے سلسلے میں فراخدلی مبالغہ آرائی پر مبنی نہ تھی کیونکہ رباب بذات خود ایسی پاک باز خاتون تھیں، جو شوہر کی قدر اس کے حقوق بخوبی پہچانتی ہے۔ ان کی پرورش و پرداخت اور تربیت گھرانہ نبوت کے زیر سایہ ہوئی تھی۔ جس نے انھیں اخلاق فاضلانہ کے ثریا پر پہنچا دیا تھا۔

رباب بنت امرأ القیس کربلا کے میدان کارزار میں اپنے شریک حیات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب تھیں۔ ان کے ساتھ زینب بنت علی، ان کی دو بیٹیاں سکینہ اور فاطمہ اور دیگر ہاشمی خواتین بھی موجود تھیں۔ میدان کارزار کے گرم ہونے سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف حسرت بھری نگاہ ڈالی اور انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اے پیاری بہن زینب! اے ام کلثوم! اے سکینہ! اے فاطمہ اور جان حسین رباب! اگر میں شہید ہو جاؤں تو مجھ پر حسرت نہ کرنا، اپنے چہرے مت نوچنا اور میری جدائی کے مرثیے نہ کہنا۔''

حضرت رباب رحمہا اللہ کو سکینہ کے سلسلے میں خصوصی وصیت کرنے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان کارزار میں کچھ اس شان سے تشریف لے جاتے ہیں۔ گویا ؎

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے
سب ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو
ہیبت سے ہیں نہ قلعہ افلاک کے در بند
جلاد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
واہے کم چرخ سے جوزا کا کمربند
سیارے ہیں غلطاں صفت طائر پربند
انگشت عطارد سے قلم چھوٹ پڑا ہے
خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہے

پھر دس محرم ۶۱ھ میں شہادت حسین کا وہ حادثہ جاں کاہ پیش آتا ہے، جس سے رباب کی زندگی کے گلشن خوشنما میں ویرانی کے الو بولنے لگتے ہیں۔ ان کے حسین روز وشب پر قسمت کا ایسا بے داد حملہ ہوتا ہے، جس کی چوٹ سے وہ غم مسلسل و کرب پیہم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ان کا دل اپنے تاجدار کی جدائی کے غم میں آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے۔ چشم نمدیدہ اور دل ویراں بے تابی کے اشک خوں فشاں بہانے لگتے ہیں۔ ؎

ڈھلے منہ پر آنسو ہوا بس کہ رنج
چھٹے چاندنی میں ستاروں کے گنج
وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
سراپا ہوا شکل اندوہ و درد
زبس آہ پنہاں سے گھٹنے لگی
تو منہ پر ہوائی سی چھٹنے لگی
نکیلی وہ مژہ جو تھی تیز سی
ہوئی اشک خونیں سے گل ریز سی

اور ان کی زبان سے اپنا مرثیہ اشعار کی صورت میں ڈھل پڑتا ہے، جس کے لفظ لفظ سے حرف حرف سے ایک وفادار بیوی کے اپنے شہید شوہر کے متعلق سچے جذبات کی آئینہ داری ہوتی ہے اور جو ادب عربی کے سلک گوہر کی اٹوٹ لڑی بن جاتی ہے۔

آیئے دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں:

''وہ سراپا نور تھا، جس سے ضیاء کشید ہوتی تھی۔ میدان کربلا میں غیر مدفون پڑا ہوا ہے، اے جگر گوشہ رسول! اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے اور آپ کی میزان حسنات کو خسارے سے بچائے۔ آپ تو میرے لیے کوہ گراں تھے، جس آغوش میں میں پناہ گزیں تھی، آپ ہمارے ساتھ صلہ رحمی اور پاکیزہ خصالی کا برتاؤ کرتے تھے۔ آہ! اب کون ہے جو یتیموں کا والی، فقیروں کا ماویٰ اور مسکینوں کا ملجا بن سکتا ہو۔'' (شاعرات العرب:۱۴۸)

رباب نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ جس طرح حضرت حسین رباب کی سکونت گاہ سے بھی محبت کرتے تھے، اسی طرح رباب بھی اس جگہ پر اشکباری کرتی تھیں، جہاں حضرت حسین اور ان کے لخت جگر عبداللہ شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کی بیٹی سکینہ نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''ہائے حسین! میں حسین کو نہیں بھول سکتی جنھیں دشمنوں کے نیزوں نے چھلنی کر دیا ہے۔ جنھیں دشمنوں نے میدان کربلا میں دھوکہ سے قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کربلا کے دونوں کناروں کو کبھی سیراب نہ کرے۔'' (عیون الأخبار:۱/۲۱۲)

سکینہ کا دل بھی حضرت حسین کی شہادت پر اپنی ماں رباب سے کچھ کم فگار نہ تھا بلکہ ان کی بہن، پھوپھیاں اور آل ہاشم کی دیگر خواتین بھی قتل حسین کے غم سے بالکل نڈھال تھیں۔ ان کا غم واندوہ رونا دھونا بجا بھی تھا کہ میدان کربلا میں خاندان رسول کے افراد کی لاشیں بے گور وکفن پڑی تھیں۔ جنگلی درندے انھیں چیر پھاڑ رہے تھے اور لاشوں کو ادھر سے ادھر لیے پھر رہے تھے۔ کہنا چاہیے کہ اہل بیت پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ تو دوسری طرف جنگلی درندوں کی عید ہوگئی تھی۔ ''اے دل! حسین پر مقام طف میں ان کے بے رحمانہ قتل پر جی بھر کر رولے، کہ یہ آل رسول کی لڑکیاں ان کے قتل پر ماتم کناں تھیں اور درندے عید منا رہے تھے۔''

میدان کربلا میں واقع ہونے والے جاں گسل حادثہ کے بعد وہ اہل بیت کی عورتوں کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹ آئیں اور رنج وغم اور حزن وملال کے طوفانوں میں زندگی کا چراغ جلاتی رہیں۔ ان کے خیالات کے پردے سے حضرت حسین کی معصوم و حسین صورت ایک لمحہ کے لیے بھی محو نہیں ہوتی تھی۔ مدینہ رہتے ہوئے جب ان کی عدت کے دن پورے ہوئے تو قریش افراد کی طرف سے شادی کے پیغامات کی جھڑی لگ گئی۔ وہ تھیں ہی ایسی خاتون کہ

جس کی خوبیوں پر مر مٹنے والے ایک دو نہیں ہزاروں افراد تھے ؎

اک تم ہی نہیں تنہا اس شہر میں دیوانے
اس شمع فروزاں کے پروانے ہزاروں ہیں

لیکن ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حضرت رباب نے اپنے پیمان وفا کا صرف ایک ہی عنوان باندھا تھا اور وہ تھا وفا صرف حسین کے لیے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے حضرت حسین کے بعد کسی اور عقد زوجیت میں بندھنے سے انکار کر دیا۔ تمام امیدواروں کے پیغام شادی کو شکریہ کے ساتھ ٹھکرا دیا اور ان سے وہ تاریخی جملہ کہا جو ان کے حسن وفا اور حسن ادب پر تاقیامت شاہد رہے گا۔ انھوں نے کہا ''میں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو خسر نہیں بنا سکتی۔''

ہوا بھی یہی، وہ تادم حیات حضرت حسین کے علاوہ نہ کسی کی شریک حیات بنیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی بہو بننا گوارہ کیا۔ ؎

واللہ لا ابتغی صھرا بصھرکم
حتی أعیب بین الرمل والطین

قسم بخدا! مٹی اور ریت کے اندر چھپا دیئے جانے تک مجھے تم میں سے کسی سے بھی رشتہ نکاح کی چاہت ورغبت نہیں۔

ان کی انھی خوبیوں کے پیش نظر ہشام بن سائب کلبی فرماتے ہیں کہ رباب دنیا کی بہترین و بے مثال خاتون تھیں۔ زرکلی رحمہ اللہ (الأعلام:۳/۱۳) فرماتے ہیں کہ رباب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رباب کی تاریخ وفات ۶۲ھ تعین فرمائی ہے۔ (البدایہ والنہایہ:۸/۲۲۰)

اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد تقریباً ایک سال تک بقید حیات رہیں۔

بھلے ہی حضرت رباب رحمہا اللہ کے جسم اطہر کو مٹی سے فنا کر دیا ہو، لیکن ان کی یادیں مرورِ مدت دراز کے بعد بھی آج زندہ و پائندہ ہیں اور تاقیامت رہیں گی۔ خصوصاً باب وفا میں وہ ہمیشہ تمام خواتین کی امام و پیشوا رہیں گی۔ اللہ ان پر رحم کرے، ان کے شوہر نامدار سے راضی ہو اور انھیں ان کے شوہر کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

آنکھیں ہیں آج کے تصور سے اشکبار
جن کے وجود سے یہ فضا مشکبار تھی

☆......☆......☆......☆......☆